AL-AHQAQ — Recognized by HEC in Y-Category
https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/5 — ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.1 (2025) — PRINT - ISSN- 3006-5941

دعوت دین کی تفہیم اور اس کے عصری تقاضے

Understanding the call to religion and its contemporary requirements

Zarqa Zulfiqar
M.Phil. Islamic Studies, University of Management and Technology, Sialkot Campus
Email. zarqazulifqar1986@gmail.com

Dr. Shoaib Arif
Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Gujrat (Hafiz Hayat Campus)
Email. shoaib.arif@uog.edu.pk

Abstract:

Calling means calling people to something that will guarantee their well-being and prosperity, and that call is "calling to religion," the purpose of which is to enjoin goodness and forbid evil so that the good of this world and the Hereafter can be achieved through it. In the Holy Quran, calling is also called calling to Allah, and calling to Allah includes all kinds of goodness and forbidding from every act that may cause Allah's displeasure. Allah Almighty says: And who is better in speech than he who calls to Allah and does righteous deeds and says, "Indeed, I am of the Muslims". And whose speech is better than he who calls to Allah and does righteous deeds and says, "I am of the Muslims." The greatest source of invitation to Allah is the Holy Quran. Whoever invites to this great book, in reality, his invitation is an invitation to Allah, as Maulana Sufi Abdul Hamid Swati writes in his commentary on this verse: Whoever recites the Holy Quran and conveys its message to others, he certainly invites to Allah. When an invitation is given through the Quran, it will certainly contain the command to believe in Allah and obey Him, and all kinds of differences will also be eliminated, and this is the purpose of the Quran.

Keywords: calling to religion, the Holy Quran, goodness, purpose of the Quran.

دعوت کا لغوی معنی:

لفظ دعوت کئی معنوں کے لیے استعمال ہوتا ہے جیسے بلانا، پکارنا کسی چیز کی اپیل کرنا، دعا مانگنا، پوچھنا، دعوت دین، کھانے کی دعوت دینا اللہ کی طرف رجوع کرنا، مدد کے لیے پکارنا وغیرہ۔

دعا کے ان مختلف معانی کا ذکر صاحب تاج العروس محمد مرتضیٰ حسینی نے کیا ہے جن میں سے چند کا ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

الدُّعاءُ: العبادة، والاستغاثة

الدَّعْوَةُ: الدُّعاءُ إِلَى الطَّعامِ

الدُّعاءُ :الرَّغْبَةُ إِلَى اللَّهِ تَعالَى، والابْتِهال إِلَيْهِ بالسُّؤَالِ[1]؛ وَمِنْه قوْلُه تَعالَى: {ادعوا رَبَّكم تَضَرُّعاً وخفْيَة}[2]

امام راغب اصفہانی (م:1108ء)[3] "دعوۃ" کے معانی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

الدعاء کالنداء - الدعاء الی الشيء الحث علی قصده۔[4]

ترجمہ: دعا پکار کی طرح ہے۔ کسی چیز کی طرف بلانا اور کسی کام کے کرنے پر ابھارنا

مولانا وحید الزمان (1920ء۔1850ء)[5] نے دعا کے درج ذیل معانی بیان کیے ہیں:

چیلنج کرنا، مقابلہ کی دعوت دینا، دعا مانگنا، پوچھنا، دعوت دین۔ کسی سے دین میں داخل ہونے کا مطالبہ کرنا۔[6]

قرآن مجید میں بھی دعوت کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے جیسے:

دعوۃ" بمعنی مدد چاہنا، پکارنا، پوجنا، دعا مانگنا، حکم دینا، عبادت کرنا وغیرہ جیسے فرمایا:

وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ –[7]

ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے حمایتی بلالو۔

دعوت کا اصطلاحی مفہوم:

دعوت سے مراد لوگوں کو ایک ایسی چیز کی طرف بلایا جائے جو ان کے لیے فلاح و بہبود کی ضامن ہو اور وہ دعوت "دعوت دین" ہے جس کا مقصد لوگوں کو نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا ہے تاکہ اس کی بدولت دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کی جا سکے۔ قرآن مجید میں بھی دعوت کو دعوت الی اللہ کا نام دیا گیا ہے اور دعوت الی اللہ میں ہر طرح کی خیر و بھلائی کے ساتھ ساتھ ہر اس کام سے منع بھی کرنا ہوتا ہے جس میں اللہ کی ناراضگی کا اندیشہ ہو۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مَنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ[8].

اور کس کی بات اچھی ہے۔ جو اللہ کی طرف بلائے، نیک عمل کرے اور کہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں۔

دعوت الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ قرآن کریم ہے جو بھی شخص اس کتاب عظیم کی دعوت دیتا ہے حقیقت میں اسی کی دعوت دعوت الی اللہ ہے، جیسا کہ مولانا صوفی عبد الحمید سواتی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

جو شخص قرآنِ کریم کی تلاوت کرتا ہے، اس کے پیغام کو دوسروں تک پہنچاتا ہے، وہ یقیناً اللہ کی طرف بلاتا ہے۔[9]

جب قرآن کے ذریعے دعوت دی جائے گی تو یقیناً اس میں اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت کا حکم ملے گا اور ہر طرح کے اختلافات کا خاتمہ بھی ہو گا اور یہی قرآن کی منشاء ہے۔

جس طرح قرآن کی دعوت توحید اور اطاعت الٰہی کی دعوت ہے اسی طرح اللہ کے ہاں وہی داعی محمود ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے۔ داعی کی اسی خوبی کا ذکر کرتے ہوئے مولانا اصلاحی لکھتے ہیں:

تمہاری دعوت اللہ کی توحید کی دعوت اور اسکی بندگی کی دعوت ہے۔ آخر اس دعوت سے بڑھ کر اس آسمان کے نیچے اور کس بات کی دعوت ہو سکتی ہے۔[10]

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

دعوت دین اور داعی کی تعریف کرتے ہوئے محمد اسلم صدیقی لکھتے ہیں:

سب سے زیادہ قابل قدر اور اللہ تعالی کی نعمتوں کا مستحق وہ شخص ہے جو اللہ تعالی کو رب ماننے اور ہر طرح کے حالات میں استقامت کی تصویر بن جانے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دیتا ہے اپنے قول سے بھی اور اپنے عمل سے بھی، کیونکہ اسے یہ بات بتادی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا دین انفرادی تبدیلی کے ساتھ ساتھ اجتماعی تبدیلی کے لیے آیا ہے وہ ایک ہمہ گیر انقلاب ہے۔[11]

حضرت محمد ﷺ کو خالصتا اللہ کی دعوت کی تلقین کی جارہی ہے۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی داعی کے لیے بہترین نمونہ ہے، لہٰذا دعوت بھی خالصتا اللہ کی توحید اور اس کی بندگی کی ہونی چاہیے۔

نعیم الحق نعیم دعوت الی اللہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا: لہٰذا داعی کو چاہیے کہ وہ لوگوں کو اپنی طرف نہ بلائے نہ کسی شخصیت کی طرف دعوت دے بلکہ اس کی دعوت صرف اور صرف اللہ، رسول ﷺ اور ان کے دین کی طرف ہونی چاہیے۔[12]

المختصر یہ کہ اس تفسیر سے استفادہ کے لیے انسان کو کتاب وسنت کا علم ہونا چاہیے تاکہ اس کے ذہن میں حدیث وسنت کی اہمیت بھی رہے کہ تفسیر قرآن میں قرآن کے بعد حدیث ہی ایسا ماخذ ہے جس کے ذریعہ سے قرآن کو سمجھ جاسکتا ہے۔ مجموعی اعتبار سے دعوت دین کے لیے یہ بڑی اہم تفسیر ہے۔

آیت میں دوسری اہم بات یہ بیان ہوئی ہے کہ داعی بذات خود اخلاق وکردار کا پیکر ہو اور اعمال صالح کرنے والا ہو۔ اس کی دعوت اسی صورت مؤثر ہوگی جب وہ خود نیک سیرت ہوگا، بے عمل دائی نہ صرف دنیا میں ناکام ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اس کی بڑی سخت سزا ہوگی۔
آیت میں تیسری اہم بات داعی کا خود بھی مطیع وفرمانبردار ہونا ہے اور اپنے مخاطبین اور متبعین کو بھی اطاعت الٰہی کی دعوت دیتا ہے۔ جیسا کہ مولانا اصلاحی "إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ" کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ لوگوں پر تم اپنی حکومت وسیادت قائم کرنے کی فکر میں سرگرداں نہیں ہو بلکہ سب کو اللہ کا مسلم وفرمانبردار بنانا چاہتے ہو۔[13]

ایک بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ دعوت کون دے اور کس کی دعوت دے؟ اور دوسری بات اخلاص وتقویٰ کی بنیاد پر مبنی دعوت ہی بار آور ثابت ہوتی ہے۔ اہل علم نے دعوت کے مختلف مفاہیم بیان کیے ہیں۔ شیخ علی محفوظ (م 1942ء)[14] لکھتے ہیں:

الدعوة من الدعا الى الشئ بمعنى الحث على قصده وفى العرف حث الناس على الخير والامر بالمعروف والنهي عن المنكر ليفوزوا سعادة العاجل والاجل

لفظ دعوت الدعاء" سے ماخوذ ہے اس کے معنی کسی چیز کی طرف بلانا یا کسی چیز کے حاصل کرنے پر ابھارنا تاکہ وہ دنیا و آخرت کی سعادت سے مستفید ہو سکیں۔

دعوت کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام ابن تیمیہ (1328ء-1263ء) لکھتے ہیں:

الدعا الى الله هي الدعوة الى الايمان به وبما جاءت به رسله بتصديقهم فيما اخبروا به و طاعتهم فيما امروا [15]

اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے سے مراد یہ ہے کہ اللہ پر اور اس شریعت پر جو اس کے رسول لے کر آئے ہیں، ایمان لایا جائے اور پھر جو باتیں وہ بتلائیں ان کی تصدیق کی جائے اور جس چیز کا وہ حکم دیں اس کی اطاعت کی جائے۔

لفظ دعوت کی تبیین میں سید محمد وکیل لکھتے ہیں:

الدعوة الى الله هي جمع الناس الى الخير و نهنهم عن المنكر ودلالتهم على الرشد بامرهم بالمعروف [16]

دعوت الی اللہ سے مراد لوگوں کو خیر و بھلائی کی طرف اکٹھے کرنا اور انہیں اچھے کاموں کی ترغیب دے کر اور برے کاموں سے منع کر کے ہدایت کی راہ دکھانا۔

مفسرین کے نزدیک یہاں دعوت دین مراد ہے۔ یعنی ایسی دعوت جس میں نیکی کی طرف بلایا جائے اور برائی سے روکا جائے اگر اس میں یہ دونوں چیزیں نہیں تو وہ دعوت دین نہیں ہو سکتی، کیونکہ دعوت تو کسی چیز کی بھی ہو سکتی ہے چاہے کھانے کی ہو یا برائی کی ہو۔

تعارف دعوت:

قرآن مجید کتاب ہدایت کے ساتھ کتاب دعوت بھی ہے اور اگر قرآنِ کریم کی تعلیمات پر غور کیا جائے تو کتاب دعوت پہلے ہے اور کتاب ہدایت بعد میں۔ کیونکہ انسان اسی وقت ہدایت حاصل کرتا ہے جب اسے اس کتاب کی دعوت دی جائے گی۔ نزول آدم خالق کائنات نے واضح طور پیغام سنا دیا تھا کہ میری طرف سے جب ہدایت کا سامان آئے تو جو اسے قبول کر لے گا تو نہ اسے غم ہو گا اور نہ خوف ہو گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْنَا اهْبِطُوا مِنْهَا جَمِيعًا فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِنِي هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ [17]

ترجمہ: ہم نے کہا سب کے سب اس سے اتر جاؤ، پھر اگر کبھی تمہارے پاس میری طرف سے واقعی کوئی ہدایت آ جائے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی سو ان پر نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ نے آدم اور ابن آدم کے لیے سلسلہ نبوت و رسالت جاری رکھنے کا پہلا وعدہ کیا تھا۔ کیونکہ خطائے آدم اس بات کی متقاضی تھی کہ اس کی رہنمائی کے لیے انبیاء و رسل کو مبعوث کیا جائے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کو دعوت و تبلیغ کا حکم دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

يَا أَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَه – [18]

ترجمہ: اے رسول ﷺ! پہنچا دے جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اور اگر تو نے نہ کیا تو تو نے اس کا پیغام نہیں پہنچایا۔

امام بخاری نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت عائشہ سے روایت نقل کی ہے، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے دین کی اس امانت کو پوری دیانت داری کے ساتھ امت تک پہنچایا ہے۔

من حدقك أَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مَا أَنْزَلَ اللهُ عَلَيْهِ فَقَدْ كَذَبَ ، وَاللهُ يَقُولُ: يَأَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ [19]

(جو شخص یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اس میں سے کوئی چیز چھپالی تھی جو اللہ تعالی نے آپ میں تم پر نازل فرمائی تو یقینا اس نے جھوٹ بولا۔ اور اللہ فرماتا ہے۔ اے رسول ﷺ پہنچا دیجئے! جو اپ کے رب نے آپ پر نازل فرمایا۔

ہدایت کا مفہوم:

ہدایت سے مراد وہ چیز ہے جو اللہ کی طرف سے بندوں کی رہنمائی کے لیے اتاری گئی۔ ہدایت کو پہنچانے کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء ورسل کا انتظام فرمایا، جنہوں نے اپنے اپنے وقت میں دعوت پیش کی، گو اس ہدایت کا ذریعہ انبیاء ہی ہوتے ہیں لیکن اصل میں یہ ہدایت خالق کائنات کی طرف سے ہوتی ہے، جیسا کہ عبد الماجد دریابادی لفظ "ھدائی" کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

جو پیغام ہدایت رسولوں کے ذریعے سے آتا ہے اسے راست حق تعالی کی جانب بھی منسوب کیا جا سکتا ہے۔[20]

پیغام ہدایت حقیقت میں حق تعالی کی طرف سے ہی ہوتا ہے کیونکہ وہی بھٹکے ہوئے انسانوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء ورسل کو اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے منتخب فرماتا ہے۔

ہدایت کی ضرورت:

شروع شروع میں انسانی جمعیت کا یہ حال تھا کہ سب لوگ ایک ساتھ رہ رہے تھے ان میں کسی طرح کا باہمی اختلاف اور کسی طرح کی مخاصمت نہ تھی۔ جب نسل انسانی کی کثرت اور ضروریات معیشت کی وسعت سے اختلافات پیدا ہو گئے جن اختلافات نے بعد میں تفرقہ وانقطاع اور ظلم وفساد کی شکل اختیار کر لی۔ ظلم وفساد کے اس ماحول میں زبردست زیر دست کے حقوق پامال کرنے لگا۔ تو ایسے حالات میں ضروری تھا کہ نوع انسانی کی ہدایت اور عدل وصداقت کے قیام کے لیے اللہ کی طرف سے ہدایت کا پیغام آئے۔ اسی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے حق تعالی نے وحی کا نزول فرمایا، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّينَ مُبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ وَأَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ۔ [21]

ترجمہ: سب لوگ ایک دین پر تھے، پھر اللہ نے انبیاء خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بھیجے، اور ان کے ساتھ سچی کتاب نازل کی تاکہ لوگوں میں اس بات میں فیصلہ کرے جس میں اختلاف کرتے تھے۔

ہدایت ورہنمائی کا یہ پیغام جن برگزیدہ ہستیوں کے ذریعے لوگوں تک پہنچایا گیا قرآن انہیں رسول کے نام سے تعبیر کرتا ہے۔ اس ہدایت کا ظہور ہر زمانے اور ہر علاقے میں ہوا ہے۔ دنیا کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں لوگ آباد ہوں اور وہاں حق تعالی کا کوئی رسول مبعوث نہ ہوا ہو، جیسے فرمایا:

وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ – [22]

اور کوئی امت نہیں گزری مگر اس میں ایک ڈرانے والا گزر چکا ہے۔

دنیا کے ہر کونے میں ہدایت کا ایک ہی پیغام تھا جس میں اللہ کی توحید اور اس کی اطاعت گزاری کا حکم دیا گیا تھا، جیسا کہ مولانا ابو الکلام آزاد نے اس بات کا ذکر کیا ہے: خدا کے جتنے پیغمبر پیدا ہوئے، خواہ وہ کسی زمانے اور کسی گوشے میں ہوئے ہوں، سب کی راہ ایک ہی تھی اور سب

خدا کے ایک ہی عالم گیر قانونِ سعادت کی تعلیم دینے والے تھے۔[23]

جس قانونِ سعادت کی طرف مولانا ابو الکلام آزاد نے اشارہ کیا ہے اس سے مراد ایمان اور عمل صالح کا قانون مراد ہے کہ ہر انسان کو اللہ تعالی کی بندگی کرنی چاہیے اور نیکی والی زندگی گزارنی چاہیے اس کے علاوہ ہدایت کا کوئی راستہ نہیں اور اگر کوئی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہے تو دین حق نے اس کی تعلیم نہیں دی۔

ہدایت الٰہی کا فائدہ:

ہدایت الٰہی کے ثمرات انسان کو دنیا و آخرت میں حزن و ملال سے نجات کی صورت میں حاصل ہوں گے۔ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی نے نجات کی وضاحت میں مخاطب سے مطالبہ کیا ہے کہ تمہیں یہ یادرکھنا چاہیے کہ تمہاری دنیوی اور اخروی سرخروئی کا دار و مدار صرف اس بات پر ہو گا کہ تم نے اللہ کی اتاری ہوئی ہدایت کی پیروی کی ہے یا نہیں۔[24]

حضرت نوح نے اپنی دعا میں اسی دعوت کا ذکر فرمایا:

قال رَبِّ إِنِّي دَعَوْتُ قَوْمِي لَيْلًا وَنَهَارًا [25]

ہدایت کا یہ سامان بذریعہ وحی آثار ہا جو کبھی کسی آسمانی کتاب اور کبھی کسی صحیفے کی صورت میں ہوتا تھا، اسی سلسلہ کی آخری کڑی قرآن مجید ہے جس کا نزول حضرت محمد ﷺ پر ہوا۔ جس کا موضوع انسان اور اس کی فلاح ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دعوت کا آغاز صفا پہاڑی سے کیا۔ جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن عباس بیان کرتے ہیں:

: لَمَّا نَزَلَتْ وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِي يَا بَنِي فِهْرٍ يَا بَنِي عَدِيٍّ لِبُطُونِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُو لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِي تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ قَالُوا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّي نَذِيرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ.[26]

(جب آیت (وَأَنذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ) اور آپ اپنے خاندانی قرابت داروں کو ڈراتے رہیے۔ "نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے اور پکارنے لگے۔ اے بنی فہر! اور اے بنی عدی! اور قریش کے دوسرے خاندان والو! اس آواز پر سب جمع ہو گئے اگر کوئی کسی وجہ سے نہ آسکا تو اس نے اپنا کوئی چودھری بھیج دیا، تاکہ معلوم ہو کہ کیا بات ہے۔ ابو لہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ساتھ مجمع میں تھا۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں خطاب کرکے فرمایا کہ تمہارا کیا خیال ہے، اگر میں تم سے کہوں کہ وادی میں (پہاڑی کے پیچھے) ایک لشکر ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات سچ مانو گے ؟ سب نے کہا کہ ہاں، ہم آپ کی تصدیق کریں گے ہم نے ہمیشہ آپ کو سچا ہی پایا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر سنو، میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو بالکل سامنے ہے) اس واقعہ سے واضح طور پر قرآنی دعوت کا اشارہ ملتا ہے، چنانچہ جس نے دعوت پر لبیک کہا، ہدایت پائی اور جس نے انکار کیا وہ ناکام و نامراد ٹھہرا۔

قرآن حکیم میں دعوت کا طریقہ کار

قرآن مجید کتاب ہدایت اور کتاب دعوت ہے۔اس کا موضوع انسان کو خالق ومالک کی مرضی سے آگاہ کرتا ہے تاکہ اس دنیا میں بھی وہ زندگی اس انداز سے گزارے کہ اس کے طرز عمل میں اللہ کی رضا و مرضی نمایاں ہو اور وہ آخرت میں بھی سرخرو ہو۔انسانوں کی ہدایت کے لئے اللہ تعالی نے سمجھانے کے لیے مختلف انداز اور پیرائے اختیار کئے تاکہ ہر مزاج اور ہر علم و ذہنی سطح کا انسان قرآن سے ہدایت حاصل کرلے۔قرآن مجید میں اس سلسلے میں فرمایا:"

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ [27]

اور ہم نے کونصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کر دیا۔

نبی ﷺ کو بھی حکم دیا گیا کہ:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْآنِ [28]

یعنی آپ انہیں قرآن کے ذریعے نصیحت کیا کریں۔

اس کا موضوع انسان ہے اس لیے اس پوری کتاب میں انسان کو ہی خطاب کیا گیا ہے۔خلق(creation)اور خالق(creator)میں مناسبت کا احساس(perception/Sensibility)ہر انسان کے دل میں پیدا کرنے کے لیے

''لقد خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقويم - [29]

اور فرمایا:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ - [30]

کی طرف اشارہ کرتی ہے۔اس لیے اپنی بات کا آغاز الْحَمْدُ لِلهِ رَبِّ الْعالمين[31] اور ہدایت "اهْدِنَا الفِراطَ الْمُسْتَقِيمَ[32] کے پیغام سے شروع کرتی ہے۔اپنا تعارف ذلِكَ الْكِتَابُ لا ريب فيه [33]" سے کرواتی ہے۔ہر انسان کے لیے ہدایت "ھدی للناس[34]، کا سامان مہیا کرتی ہے۔ہدایت پانے والوں کو هدى للمتقين[35] کی صفت سے نوازتی ہے۔جو لوگ اللہ کی طرف سے اتاری گئی اس کتاب سے منہ موڑتے ہیں انہیں عذاب عظیم "وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيم [36] کا ڈر سنا کر حق پر لانے کی کوشش کرتی ہے۔حقیقت کے ادراک کے لیے تدبر و تفکر

" كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبارَكَ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَ لِيَتَذَكَّرَ اوُلُوا الالباب[37]"

کی دعوت پیش کرتی ہے۔اور گزرتے وقت کے ساتھ نئی نئی چیزوں سے واقف کرتی ہے۔اس کتاب میں اس قدر عجائبات ہیں جو کبھی ختم نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ان کے فہم کا دروازہ بند ہو سکتا ہے۔اگرچہ اکثر لوگوں کے فہم و ادراک اور استعداد میں بہت زیادہ تفاوت موجود ہے۔جو بھی انسان تلاش حق میں آیات آفاق پر غور و فکر کرتا ہے اس حقیقت سے محروم نہیں رہتا۔یہ کتاب اپنی تفسیر کے لیے

"وَاَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِكرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ[38]

اور ہم نے تیری طرف قرآن نازل کیا تاکہ لوگوں کے لیے واضح کر دے جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ سوچ لیں۔}کا حکم دیتی ہے۔اسی حکم کی اتباع میں مفسرین قرآن نے لوگوں کو دین کی طرف بلانے کے لیے قرآنِ کریم کے اساسی اصول اور ان اصولوں پر عمل

Recognized by HEC in Y-Category
ONLINE - ISSN- 3006-595X
PRINT - ISSN- 3006-5941

کے لیے اسالیب قرآن کو دعوتی انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ قاری کو دعوتِ دین کو قبول کرنے میں کوئی الجھنا محسوس نہ ہو۔

مفسرین کرام نے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے قرآن مجید میں بیان شدہ دعوت و تبلیغ کے ان طریقوں کی وضاحت بیان فرمائی ہے۔ سورۃ النحل کی آیت نمبر:125، سورۃ العنکبوت کی آیت نمبر:46 میں دعوت دین کی اساس اور اصول بیان کر دیے گئے ہیں جبکہ قرآن کے دوسرے مقامات پر ان اساسی اصولوں کے عملی طریقے بیان کئے ہیں۔ مفسرین کرام نے ان تمام مقامات کی تشریح اپنی تفاسیر میں بیان کی ہے۔ قرآن مجید میں بیان شدہ اسالیب دعوت کو اس طرح بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ کچھ انسان تو ہدایت کی طرف یہ سن کر ہی مائل ہو جاتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے آیا ہوا حکم ہے اور اس پر عمل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے لیے اللہ تعالی نے ترغیب کا انداز اختیار کیا جو لوگ اس دعوت کو قبول کر لیں انہیں اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل ہو گی اور بدلے میں انہیں جنت ملے گی۔ لیکن جو لوگ ترغیب کی بھی پرواہ نہ کریں تو ان کے لیے ڈراوا بھی موجود ہے کہ اس دعوت کو قبول نہ کرنے کی صورت میں انہیں اللہ کی ناراضی، اس کے غضب اور آخرت کی سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ انسانوں کی ایک تعداد ایسی ہے جن کی افتاد طبع ایسی ہوتی ہے کہ انہیں جب تک کسی چیز میں موجود فوائد کا علم نہ ہو اس وقت تک اس حکم پر عمل کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ اسی طرح کسی کام یا کسی چیز کے استعمال سے اس وقت تک اس سے منع نہیں ہوتے جب تک انہیں یہ معلوم نہ ہو کہ اس کام کے کرنے یا اس چیز کو استعمال کرنے سے یہ نقصان ہو گا۔

اگر کسی چیز کی افادیت یا مضرت انسانی کا انہیں ادراک ہو جائے تو اسے اختیار کرنے یا اس سے بچنے کا فیصلہ وہ اس کی افادیت اور مضرت انسانی کے علم کے بعد کرتے ہیں۔ ان مختلف رجحانات کے حامل لوگوں کی تسلی اور اطمینان کے لیے اللہ تعالی نے قرآن کریم میں دلائل کے اعتبار سے سامان کر رکھا ہے۔ ہر افتاد طبع کے حامل شخص کے لئے اللہ تعالی نے وافر دلائل قرآن کریم میں مہیا کئے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ اہل علم و فضل قرآن میں موجود ان دلائل سے پردہ اٹھائیں۔ انہیں منظر عام پر لائیں۔ اس سے قرآن کریم کی جامعیت کی خصوصیت بھی واضح ہو گی اور ہر افتاد طبع کے انسانوں کے لئے ہدایت کی طرف مائل ہونے کے لئے موقع بھی فراہم ہو گا۔ بر صغیر کے اردو تفسیر ادب میں مفسرین کرام نے قرآن مجید کی تفسیر کرتے ہوئے مذکورہ بالا تمام مقامات پر مختلف طریقوں سے دعوت دین کے لئے وافر مقدار میں مواد فراہم کیا ہے۔ عقلی اور نقلی دلائل کے ساتھ ساتھ اسلام کے تصور حیات، انسان کا مقام، انسان کا اپنے رب کے ساتھ تعلق اور اس تعلق کے حوالے سے انسان کو اس کے فرائض سے آگاہ کرتے ہیں تا کہ انسان اپنے رب کی بات مان کر در حقیقت اپنے ہی لئے کامیابی کا راستہ بنا لے۔ امین احسن اصلاحی قرآن مجید کے نظم، اعجاز، ادبیت اور اس کی فصاحت و بلاغت کی بلندی و عظمت کو بنیاد بنا کر انسان کو قائل کرتے ہیں۔ یہ قرآن بھی حق رکھتا ہے کہ اسے ہدایت کے طور پر اختیار کیا جائے۔ علماء دین قرآن مجید کی تعلیمات اور اس میں بیان شدہ حقائق اور دیگر مذاہب پر ان تعلیمات کی فوقیت و برتری کو اجاگر کر کے انسان کو دین کی حقانیت پر قائل کرتے ہیں۔

قرآن عمومی دعوت پیش کرتا ہے جس میں ہر طرح کے طبع انسانی کی ہدایت کا سامان موجود ہے۔ قرآن اور دیگر الہامی کتب کی بنیادی دعوت "دعوت دین پر مشتمل ہے۔ جس میں تمام انبیاء ورسل نے ایک ہی دین کی دعوت پیش کی ہے، جسے اللہ تعالی نے دین اسلام کا نام دیا ہے، جیسے فرمایا:

إن الذين عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ .[39]

ترجمہ: بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

قرآن الہامی کتب کے سلسلے کی آخری کتاب ہے۔ جس میں تکمیل دین کا پژمردہ سنایا گیا ہے۔

مولانا مودودی نے اس آیت کی تفسیر میں دین اسلام کے مفہوم کو واضح کیا ہے جس پر غور کرنے سے قاری کا دل فوراً اس بات کو تسلیم کر لیتا ہے کے میری زندگی بھی اسی نظام کے مطابق ہونی چاہیے، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> اللہ کے نزدیک انسان کے لیے صرف ایک ہی نظام زندگی اور ایک ہی طریقہ حیات صحیح و درست ہے، اور وہ یہ ہے کہ انسان اللہ کو اپنا مالک و معبود تسلیم کرے اور اس کی بندگی و غلامی میں اپنے آپ کو بالکل سپرد کر دے اور اس کی بندگی بجالانے کا طریقہ خود نہ ایجاد کرے بلکہ اس نے اپنے پیغمبروں کے ذریعہ سے جو ہدایت بھیجی ہے، ہر کمی و بیشی کے بغیر صرف اسی کی پیروی کرے۔ اسی طرز فکر و عمل کا نام "اسلام" ہے۔[40]

قرآن میں ہر طرح کے انسان کی ہدایت کا وافر سامان موجود ہے، لہذا یہ کتاب پہلے کتاب دعوت پھر کتاب ہدایت ہے۔ پیغمبر اسلام میں یہ ہم نے بھی اسی کتاب ہدایت کی بنیاد پر دعوت دی، چنانچہ آپ ﷺ کے متبعین کے لیے بھی یہی حکم ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

> قُلْ هَذِهِ سَبِيْلِي أَدْعُوا إِلَى اللهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللهِ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ [41]
>
> ترجمہ: آپ فرما دیجیے! یہ میرا طریقہ ہے کہ میں بصیرانہ انداز سے اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔ میں اور میرے پیروکار مشرکین سے نہیں ہیں۔

قرآن دعوت حق پر مشتمل باسند منزل من اللہ کتاب ہے۔ جبکہ دیگر کتب میں اباؤ واجداد کی اندھی تقلید کو دین بنا کر پیش کیا گیا جس کی کوئی سند نہیں۔ اور نہ ہی کسی رسول کو جائز ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، پھر اسی پیغمبرانہ دعوت کا حکم قیامت تک کے مسلمانوں کے لیے ہے جو حقیقت میں پیغمبر اسلام ﷺ کی اتباع کرنے والے ہیں۔

محمد یسین مظہر صدیقی رقمطراز ہیں:

> یہ کوئی نئی دعوت ہے اور نہ کوئی نیا نعرہ – سلف سے خلف تک ہر دور میں قرآن کی طرف رجوع کا پیغام دیا جاتا رہا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی دعوت اسلامی کا آغاز اسی سے کیا اور قرآن مجید کو دعوت کا محور بنایا۔[42]

مولانا اصلاحی قرآن کریم کی دعوت کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> جس طرح میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں اسی طرح میرے پیرو بھی اللہ ہی کی طرف بلاتے ہیں اور ہم سب اس بات میں حجت و بصیرت اور دلیل و برھان کی پوری روشنی اپنے ساتھ رکھتے ہیں[43]، ہم سے کوئی یہ توقع نہ رکھے کہ ہم کسی قسم کی نرمی برتنے کے لیے تیار ہوں گے۔؟[44]

انبیاء اور اہل حق کی دعوت دلائل و براہین کی بنیاد پر ہوتی ہے اور جب داعی کی دعوت دلائل کی بنیاد پر ہو تو اسے اس میدان میں دعوت کا پورا حق ادا کرنا چاہیے نہ کہ کسی سے مرعوب اور مغلوب ہو کر دعوت حق کو چھپائے۔ سورہ القصص میں فرمایا:

> وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ آيَاتِ اللهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ

https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/5 ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.1 (2025) PRINT - ISSN- 3006-5941

اور یہ لوگ تجھے اللہ کی آیات سے کسی صورت روکنے نہ پائیں، اس کے بعد کہ وہ تیری طرف اتاری گئیں اور اپنے رب کی طرف بلا اور ہر گز مشرکوں سے نہ ہو۔

دعوت دین کے آغاز پر کفار عرب آپ مال کے دشمن بن گئے جس پر اللہ نے نصیحت فرمائی کہ ہدایت ملنے کے بعد دعوت میں کسی رکاوٹ کو خاطر میں نہیں لانا، کیونکہ آپ کی ذمہ داری کتاب اللہ کی تبلیغ ہے۔ جیسا کہ عبد السلام بن محمد لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کی آیات نازل ہونے کے بعد کفار خواہ کتنی کوشش کریں، کتنی ایذا پہنچائیں، یا کتنا لالچ دیں، ان آیات پر عمل اور ان کی تبلیغ سے کسی صورت روکنے نہ پائیں۔[45]

اسی طرح صاحب تفسیر اس آیت میں "وَادْعُ إِلَى رَبِّكَ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اپنے رب کی طرف دعوت دیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے دین کی دعوت پورے زور و شور سے دیتے رہیں، جس میں کوئی کمی یا کوتاہی نہ ہو۔[46]

قرآنی نص اور مفسرین کی تفاسیر سے دعوت کا مفہوم اور تعارف اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اور اہل ایمان کو جس تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے وہ اللہ کی نازل کردہ آیات ہیں، جو در حقیقت دعوت دین ہی ہے۔ قرآن پوری انسانیت کی ہدایت کے لیے نازل کیا گیا ہے۔

ابو سفیان اصلاحی قرآن کریم کو ہدایت کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

یہ کتاب ان لوگوں کے لیے درد کا درماں اور ہر اضطراب میں ابر رحمت ہے جو اسے تعصبات سے بالاتر ہو کر تلاوت کرتے ہیں۔ قرآن کریم چوں کہ ایک گائیڈ بک ہے اس لیے اللہ رب العزت نے اسے دل کی آنکھوں سے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ قرآن حکیم میں بار بار ایک ایک آیت پر ڈیرہ ڈالنے اور فکری مراقبہ کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ جوں جوں قرآن پر غور کیا جائے گا اسی قدر اس کی اہمیت و افادیت منکشف ہوتی جائے گی۔[47]

محمد اسلم صدیقی نزول قرآن کا مقصد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ قرآن کریم ایسی کتاب نہیں جو محض وقت گزاری یا تفریح کیلئے پڑھی جاتی ہے، یا اس سے مقصود کسی فن میں معلومات حاصل کرنا ہوتا ہے، بلکہ یہ کتاب زندگی اور کتاب ہدایت ہے، اس سے زندگی گزارنے کا ڈھب آتا ہے اور حقیقی زندگی کا شعور پیدا ہوتا ہے۔[48]

مولانا وحید الدین خاں نے اپنی تفسیر "تذکیر القرآن" کے مقدمہ میں نزول قرآن کا مقصد بیان کر کے قاری کو اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ قرآن کو خالص اسی مقصد کے لیے پڑھے جس مقصد کے لیے یہ نازل ہوا ہے۔ قرآن کریم کے نزول کا بنیادی مقصد انسان کو مکمل طور پر منزل مقصود تک پہنچانے کا سامان مہیا کرنا ہے۔ اس منزل کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ نے پوری اسکیم بندے کے سامنے رکھ دی، اب جو اللہ کی بنائی ہوئی اسکیم کے مطابق اپنی دنیاوی زندگی گزارے گا وہی آخرت میں کامیاب ہو گا اور یہی اس کی اصل منزل ہے۔ جبکہ دوسری جانب وہ شخص ہے جو اس اسکیم کو پس پشت ڈال کر اپنی اصل منزل سے بھٹک جاتا ہے ایسا انسان آخرت میں ناکام نامراد ہو جائے گا، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

قرآن اس لیے اتارا گیا کہ اس سنگین مسئلہ سے آدمی کو باخبر کرے اور اس کو بتائے کہ انگلی زندگی میں بُرے انجام سے بچنے کے لیے اسے اپنی موجودہ زندگی میں کیا کرنا چاہیے۔[49]

قرآن انسانیت کو راہ اعتدال اختیار کرنے کا طریقہ بتاتا ہے، چنانچہ اس تعلیم کے بغیر انسانی زندگی کا مقصد، خالق و مخلوق کا تعلق ہدایت اور گمراہی میں فرق معلوم کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ لہذا قرآنی تعلیمات اور احکام کو انسانیت تک پہنچانے کے لیے عملی دعوت کی ضرورت ہے، تاکہ کوئی شخص اس بھلائی سے محروم نہ رہے۔

دعوت دین کی معنویت:

خالق اور مخلوق میں تعلق پیدا کرنے کے لیے اللہ تعالی نے انبیاء ورسل علیہم السلام کی ذمہ داری لگائی، جس ذمہ داری کو تمام انبیاء ورسل نے احسن طریقے سے نبھایا، گو انہیں اس ذمہ داری کی ادائیگی کے دوران کئی طرح کی مشکلات اور اشکالات کا سامنا کرنا پڑا۔ ہر دور کے بڑے بڑے اہل حل وعقد نے دعوت کی معنویت وافادیت کو نظر انداز کرنے کے لیے لوگوں کو دین سے بیزار کرنے کے لیے اہل ایمان پر حملے کیے۔ لیکن ان کے تمام حربے ناکام رہے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر پیغمبر اسلام کم تک یہ حملے پوری شدومد کے ساتھ ہوتے رہے چنانچہ اس دور کے اہل ایمان کے دلوں میں دین کی معنویت وافادیت اتنی راسخ ہو چکی تھی کہ یہ مرتے دم تک اس پر قائم رہے۔ وقت کی رفتار کے ساتھ ساتھ دشمنان اسلام کے حملوں میں بھی تیزی آتی گئی حتی کہ کئی کمزور ایمان والے اور جدید تعلیم یافتہ لوگ ان حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے دین اسلام سے دور ہو گئے۔ اور مغرب کی طرف سے آنے والی تعلیم و تہذیب میں فلاح کے متلاشی بن بیٹھے ہیں۔ جو نعرہ مغرب کا تھا وہی نعرہ ان لوگوں نے لگانا شروع کر دیا کہ انسانی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ دین ہے اس لیے دین پر عمل کرنے سے انسان دنیا میں ترقی نہیں کر سکتا۔

دین کی قدر و منزلت:

کسی بھی چیز کی قدر و منزلت اسکی افادیت کے پیش نظر دیکھی جاتی ہے کہ وہ چیز کتنی مفید اور اہم ہے؟ کسی بھی دین کی قدر و منزلت کا اندازہ انسان کے شعبہ ہائے زندگی میں راہنمائی سے ملتا ہے کہ لوگوں کے لیے کیا کیا سہولیات فراہم کرتا ہے؟ عصر حاضر میں رائج مذاہب میں دین اسلام سب سے زیادہ مفید اور مکمل رہنمائی فراہم کرنے والا ہے بلکہ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ دین اسلام کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت خود قرآن ہے۔ اس کی بے پناہ قدر و منزلت کو درج ذیل پہلوؤں سے ثابت کیا جاسکتا ہے۔

دین الٰہی:

انسان زندگی بسر کرنے کے لیے الہامی یا خود اختراعی دونوں میں سے ایک نظام کو پسند کرتا ہے۔ لیکن ان میں الہامی رہنمائی کو زیادہ درجہ دیا جاتا ہے کیونکہ وہ انسانوں کے خالق کی طرف سے ہے۔ اس رہنمائی کی بنیاد آسمانی کتب پر ہے، پھر ان الہامی کتب میں سے بھی صرف قرآن وہ واحد الہامی کتاب ہے محفوظ ہونے کی وجہ سے بے دھڑک رہنمائی کی جاسکتی ہے۔ جیسے فرمایا:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ [50]

وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا، تاکہ اسے ہر دین پر غالب کر دے، خواہ مشرک لوگ برا جانیں۔

نزول قرآن کے بعد پہلی الہامی کتب کی تعلیمات منسوخ ہو چکی ہیں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ کتابیں تحریف شدہ ہیں، چنانچہ تعلیمات میں بہت زیادہ تضاد ہونے کی وجہ سے قابل عمل نہیں رہے، مستند اور لوگوں کی دستبرد سے محفوظ و مامون اب صرف اسلام ہے، کیونکہ اس کی تعلیمات بالکل سچی ہیں۔ دین اسلام کے طریق زندگی سے متعلق مولانا مودودی لکھتے ہیں:

رسول کی بعثت کبھی اس غرض کے لیے نہیں ہوئی کہ جو نظام زندگی لے کر وہ آیا ہے وہ کسی دوسرے نظام زندگی کا تابع اور اس سے مغلوب بن کر اور اس کی دی رعایتوں اور گنجائشوں میں سمٹ کر رہے۔ بلکہ وہ بادشاہ ارض و سما کا نمائندہ بن کر آتا ہے اور اپنے بادشاہ کے نظام حق کو غالب دیکھنا چاہتا ہے۔[51]

لہذا دیگر نظاموں کی بقا اسلام کے زیر اثر اور اس کی عنایت کر دو رخصتوں میں سمٹ کر رہنے میں ہے مولانا مودودی نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ:

"اگر کوئی دوسرا نظام زندگی دنیا میں رہے بھی تو اس خدائی نظام کی بخشی ہوئی گنجائشوں میں سمٹ کر رہنا چاہیے جیسا کہ جزیہ ادا کرنے کی صورت میں ذمیوں کا نظام زندگی رہتا ہے۔[52]

قرآنی تعلیمات ہر طرح کے تضادات سے پاک اور محفوظ ہیں اور اس حقیقت کا ادارک غیر مسلموں کو بھی ہے کہ اسلام کے مقابل ان کی کتب محرف ہونے کے ساتھ ساتھ تناقضات و تضادات کا مجموعہ بھی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ اپنی کمزوری سے مغلوب ہو کر لبرل اور سیکولر بن گئے یہی ایمانی کمزوری آج مسلمانوں میں پیدا ہو چکی ہے۔

ہر دور میں دین الہی ہی غالب رہا، چاہے اس کے ماننے والے کم ہوں یا زیادہ اللہ کا دین مغلوب نہیں ہو سکتا، البتہ اس کو ماننے والے ایمانی کمزوری کی وجہ سے مغلوب ہو سکتے ہیں۔

اللہ کا نازل کردہ

اسلام کے منزل من اللہ ہونے کا بین ثبوت یہ بھی ہے کہ اللہ نے محفوظ کتاب میں اس دین کے اتارنے کا ذکر کیا ہے۔ اس لیے ہر انسان کا فرض بنتا ہے کے وہ اس کی دعوت کو قبول کر لے۔

کامل دین

اسلام کا دوسرا امتیاز کامل دین ہونا ہے۔ تمام شعبہ ہائے حیات میں مکمل راہنمائی موجود ہے۔ اس دین کا کامل ہونا ہی اس کی قدر و منزلت کو چار چاند لگاتا ہے۔ جو بھی قرآن کو محفوظ اور سچی کتاب تسلیم کر لیتا ہے تو پھر اس کے لیے ہدایت کا راستہ خود بخود ہموار ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے قرآن میں کامل دین کی ضمانت دی ہے:

الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا.[53]

آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لیے مکمل کر کے تم پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔ اور دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا ہے۔

دین اسلام کی کاملیت اس اعتبار سے کہ جو احکام اللہ تعالی نے اس آخری امت کو دینے تھے وہ سب دے دیے۔ ایسا نہیں کے اس دین

میں ترمیم کی کوئی جگہ چھوڑی ہو۔ مولانا وحید الدین خاں تکمیل دین کے حوالے سے کہتے ہیں کہ دین تو پہلی امتوں پر بھی مکمل ہی نازل ہوا تھا نہ کے ناقص، جیسا کہ وہ لکھتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ خدا کا دین ہر زمانہ میں اپنی کامل صورت میں انسان کو دیا گیا۔ خدا نے کبھی ناقص دین انسان کے پاس نہیں بھیجا۔[54]

مولانا کی اس بات کو اس طرح لیا جا سکتا ہے کہ پہلی امتوں کا زمانہ قلیل تھا اس لیے اس تھوڑے عرصہ کے لیے احکام بھی کم سے کم نازل ہوئے۔ جبکہ امت محمد ﷺ کا زمانہ قیامت تک کا ہے اور اس زمانہ میں کئی طرح کے مسائل نے جنم لینا تھا، چنانچہ قیامت تک آنے والے تمام مسائل کو سامنے رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے اس دین میں وسعت رکھی ہے جس میں ہر مسئلہ کا حل موجود ہے۔ دوسری اہم بات یہ بھی ہے کہ دین کی بنیادی تعلیمات وہی ہیں جو سابقہ امتوں پر نازل ہوئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر تم پر اس آیت کو نازل فرما کر اس کی قدر و منزلت قیامت تک کے لیے ثابت کر دی ہے۔ دین اسلام کی اسی کاملیت کی وضاحت کرتے ہوئے محمد کرم شاہ الازھری لکھتے ہیں:

اس میں بتایا گیا کہ جس دین کا داعی بنا کر آپ ﷺ کو بھیجا گیا تھا آج وہ ظاہری اور باطنی، صوری اور معنوی ہر لحاظ سے پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔[55]

محمد اشرف علی تھانوی نے بھی (اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ) کی وضاحت میں دین اسلام کی اکملیت و کاملیت کو بیان کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری پیغمبر ﷺ پر اس دین کو مکمل کر کے کفار سمیت تمام باطل افکار و نظریات رکھنے والے گروہوں کو بتا دیا ہے کہ اب قیامت تک اسی دین کا ڈنکا بجے گا اس کے علاوہ کوئی دین یا کوئی طریقہ رب تعالیٰ کی بارگاہ میں قابل قبول نہیں ہو گا، جیسا کہ وہ اس بات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے ہر طرح کامل کر دیا قوت میں بھی جس سے کفار کو مایوسی ہوئی اور احکام و قواعد میں بھی۔[56]

دین کی تعلیمات اس حد تک کامل ہیں کہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو چاہے اس کے مسائل قدیم ہوں یا جدید، ایسا نہیں جس میں اسے رہنمائی نہ ملے۔

عصر حاضر میں واحد سچا دین:

جس طرح اسلام الہامی اور کامل دین ہے اسی طرح اس کی تعلیمات بھی سچی ہیں۔ اس کی سچائی میں پہلی بات کہ اس کی بنیادی کتاب سچی اور محفوظ ہے دوسرا احادیث میں احکامات کی جو تفصیلات ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں۔ اختلاف یا تعارض کا نہ ہونا اس کی سچائی کو دوچند کر دیتا ہے۔ دین اسلام کی سچائی اور حقانیت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیان کر کے انسان کو یہ پیغام دے دیا ہے کہ تمام ادیان میں سے سچا، قابل عمل دین صرف اسلام ہے۔ مولانا عبدالحمید سواتی نے اس کا ذکر یوں کیا ہے کہ:

"اللہ کے نزدیک پسندیدہ اور سچا دین صرف اسلام ہے حضرت آدم سے لے کر نبی آخر الزمان تک تمام انبیاء کرام اسی دین

https://ahqaq.com/index.php/Journal/issue/view/5
ONLINE - ISSN- 3006-595X
Volume.3, Issue.1 (2025)
PRINT - ISSN- 3006-5941

کی دعوت دیتے رہے ہیں۔[57]

مولانا کی اس بات کی دلیل قرآن کریم میں یوں بیان ہوئی ہے، فرمایا:

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللهِ الْإِسْلَامُ [58]

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

آیت مذکورہ میں یہود و نصاری کے دعوی کو غلط ثابت کر دیا جو وہ کہتے تھے کہ ہم اس نئے دین کو نہیں مانتے بلکہ ہم تو سابقہ انبیاء کے دین کو درست مانتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

دین الہی کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے قانون کی اطاعت کی جائے۔[59]

مولانا کا اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اسلام در اصل ایک قانون کا نام ہے جس کی اتباع نہ صرف انسانوں پر لازم ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز اسی قانون کے تحت کام کر رہی ہے۔ اگر کوئی اس سے روگردانی کرے گا تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آج انسان تباہی کی طرف گامزن ہے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے۔ تمام انبیاء کی دعوت اسلام کا سرمایہ افتخار تھا اور آپ میں کیا کہ تم اس سلسلہ کی آخری کڑی تھے۔

محمد کرم شاہ الازھری اشارۃ لکھتے ہیں:

اب حضور ﷺ کا دین ہی دین اسلام ہے، حضور مری یم کی غلامی چھوڑ کر جو شخص بھی کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ اللہ تعالی کے نزدیک مقبول نہیں ہو گا۔[60]

دین کی یہ سچائی اور حقانیت قیامت تک قائم رہے گی کیونکہ اب کوئی نیا نبی نہیں آنا، البتہ حضرت عیسی علیہ السلام ایک امتی کی صورت میں نزول فرمائیں گے نا کہ نبی کی طرح مبعوث ہوں گے۔

کامیابی وترقی کا ضامن:

اسلام متقین کو دنیوی و آخروی کامیابی کی نوید سناتا ہے۔ چنانچہ دین پر عمل کرنے کی صورت میں اللہ تعالی اہل ایمان کو زمین و آسمان سے نزول برکات کی ضمانت عطا فرماتے ہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے:

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ.[61]

اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور بچ کر چلتے تو ہم ضرور ان پر آسمان اور زمین سے بہت برکتیں کھول دیتے۔

یہ امتیازی حیثیت بھی دین اسلام کو حاصل ہے جو کسی دوسرے دین و مذہب کو نہیں یا تو ان مذاہب میں رہبانیت کا درس ہے یا پھر مادیت کا چرچا، جبکہ اسلام اپنے متبعین کو دنیا و آخرت کی کامیابی اور ترقی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس دین کے سوا کوئی ایسا دین و مذہب نہیں جو دونوں جہانوں میں ایسی ضمانت دے۔

دین اسلام کے مطابق زندگی گزارنے والوں کو ابدی نعمتیں ملتی ہیں نہ تو دنیوی زندگی میں انقطاع ہو گا اور نہ ہی اخروی زندگی میں۔

اسی کامیابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پیغمبر اسلام ﷺ نے اہل مکہ کو فرمایا:

یایھا الناس قُولُوا : لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ تُفْلِحُوا وَتَمْلِكُوا بِهَا الْعَرَب، وَتَذِلَّ لَكُمُ الْعَجَمُ ، وَإِذَا آمَنْكُمْ كُنْتُمْ مُلُوكًا فِي الجنة [62]

لوگو! لا الہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے۔ عرب کے مالک بن جاؤ گے اور اس کی وجہ سے عجم بھی تمہارے زیر نگین آجائے گا، پھر جب تم وفات پاؤ گے تو جنت کے اندر بھی بادشاہ رہو گے۔

اسلام کی سچی دعوت اور تعلیم نے ان لوگوں کا بیانیہ بالکل غلط ثابت کیا جو دین کو انسانی ترقی کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ خیال کرتے تھے، جبکہ درحقیقت عہد رسالت سے عصر حاضر تک دین سے منسلک لوگوں کی زندگی کامرانی کا مرقع بنادی گئی۔ اور اسلام کا یہ وعدہ قیامت تک پورا ہوتا رہے گا۔ لیکن اس کامیابی اور دنیا میں مقام پانے کے لیے قرآن کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا پڑے گا۔

نظام ہائے زندگی کے لیے بہترین مشعل راہ:

انسانی زندگی کی اجتماعی صورت میں نظاموں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ جیسے نظام معاشرت، معیشت، سیاست اور اخلاق وغیرہ۔ ان تمام نظام ہائے زندگی کیلئے اسلامی تعلیمات مسلمہ اور بہترین ہیں۔ معاشرت میں خاندانی نظام کے لیے دینی تعلیمات کا کوئی مقابل نہیں، کیونکہ شریعت نے خاندانی نظام زندگی کو مستحکم کرنے کے لیے انسان کی بھرپور رہنمائی فرمائی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

ومن آیاتہ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[63]

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہی سے بیویاں پیدا کیں، تاکہ تم ان کی طرف {جاکر} آرام پاؤ اور اس نے تمہارے درمیان دوستی اور مہربانی رکھ دی، بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں جو غور و فکر کرتے ہیں۔

اسلام انسان کو اس حقیقی زندگی کا تصور دیتا ہے جس میں رہ کر انسانی رشتوں کی پہچان ہوتی ہے۔ اللہ تعالی نے مرد وزن کی صورت میں خاندانی نظام کی بنیاد فراہم کی اور پھر اسی بنیاد پر تہذیب و تمدن معرض وجود میں آئی، اور مرد وزن سے نسل انسانی کا سلسلہ شروع ہوا اور پھر اس سے کئی ایک نئے سلسلے بنے، جس سے معاشرہ کی تشکیل نو ہونے لگی۔

مولانا مودودی لکھتے ہیں:

تمام انواع حیوانی کے برعکس نو انسانی میں تہذیب و تمدن کے رونما ہونے کا بنیادی سبب یہی ہے کہ خالق نے اپنی حکمت سے مرد اور عورت میں ایک دوسرے کے لیے وہ مانگ، وہ پیاس، وہ اضطراب کی کیفیت رکھ دی جسے سکون میسر نہیں آتا جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جُڑ کر نہ رہیں، یہی سکون کی طلب ہے جس نے انہیں مل کر گھر بنانے پر مجبور کیا، اسی کی بدولت خاندان اور قبیلے وجود میں آئے، اور اسی کی بدولت انسان کی زندگی میں تمدن کا نشو و نما ہوا۔[64]

صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں:

عورتوں کے جنس بشر ہونے میں کمال درجہ کی حکمت ہے اور یہ چیز انسان کو اپنے رب کے قریب کرتی ہے کہ اس نے انسان پر کس حد تک رحمت فرمائی ہے کہ اس کے سکون کے لیے اس کی جنس سے عورت کو پیدا فرمایا وہ لکھتے ہیں کہ: اگر عورتیں جنات یا حیوانات میں سے ہوتیں، تو ان سے وہ سکون کبھی حاصل نہ ہوتا جو اس وقت دونوں کے ایک جنس سے

ہونے کی وجہ سے حاصل ہوتا ہے۔ بلکہ ایک دوسرے سے نفرت و وحشت ہوتی، یہ اللہ تعالی کی کمال رحمت ہے کہ اس نے انسانوں کی بیویاں انسان ہی بنائیں۔[65]

آدم و حوا علیہما السلام کی پیدائش خاندانی نظام کی طرف اٹھنے والا پہلا قدم تھا۔ چنانچہ جتنی پرانی انسانی تاریخ ہے اتنا ہی زیادہ خاندانی نظام۔ لہٰذا کوئی معاشرہ خاندان کے بغیر اپنا سٹیٹس بر قرار نہیں رکھ سکتا۔ بلکہ یورپ نے خاندانی نظام کا جان بوجھ کر انکار کیا تو نہ صرف سکون سے محروم ہوئے بلکہ معیشت کو روز افزوں رکھنے کے لیے جان کے لالے پڑ گئے۔ اخلاقی اقدار کی ناپیدگی، احساس مروت کا خاتمہ ہوتا چلا گیا، فحاشی عام ہونے سے انواع و اقسام بیماریوں کی آماجگاہ بنتا جا رہا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو خاندان سے ہی رشتوں کا تقدس بنتا ہے، اور جس معاشرے میں خاندان نہیں وہاں تقدس کا کوئی لحاظ و پاس نہیں رہتا۔

اخروی زندگی میں کامیابی کا ضامن:

دین حنیف کی برتری کی ایک وجہ دین و دنیا کا حسین امتزاج ہونے کے ساتھ ساتھ اُخروی زندگی کی بھی بھرپور حمایت کرنا ہے۔ بلکہ دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دے کر آپس کے تعلق کو مضبوط بھی بنایا۔ اللہ تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهِ وَيُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ابَدا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ "[66]

ترجمہ: اور جو اللہ پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ اس سے اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، ہمیشہ ان میں رہنے والے ہیں، یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

آیت میں اللہ تعالی نے عمل صالح بجالانے والے اہل ایمان کو آخرت کی بہت بڑی کامیابی کی نوید سنائی ہے۔ جس سے خود اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جو انسان کی اخروی کامیابی کی بات کرتا ہے، جیسا کہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: جو جنت میں پہنچ گیا سب مرادیں مل گئیں، اللہ کی رضا اور دیدار کا مقام بھی وہ ہی ہے۔[67]

ایمان کامیابی کی علامت ہے اور نہ ہی عمل صالح نجات کی کسوٹی، جب تک وہ اللہ کے قانون کے مطابق نہ ہو، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: لہٰذا کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ رسول صلی علیم اور کتاب کے واسطے کے بغیر اللہ کو ماننے اور نیک عمل کرنے کے وہ نتائج ہیں جو آگے بیان ہو رہے ہیں (یعنی آخرت کی فوزوفلاح}۔ قرآن مجید کا جو شخص سوچ سمجھ کر مطالعہ کرے گا اس سے یہ بات پوشیدہ نہ رہے گی کہ قرآن کی رو سے اس طرح کے کسی ایمان کا نام ایمان باللہ اور کسی عمل کا نام عمل صالح سرے سے ہے ہی نہیں۔[68]

قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق اُخروی زندگی کی کامیابی ایمان و عمل صالح کی پابندی سے ہی ممکن ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔ الزَّبيدي، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، (المتوفى: 1205ھ)، تاج العروس من جواهر القاموس، دار الهداية، س۔ن، ج38، ص49

2۔ الاعراف: 55

3۔ آپ کا اصل نام: ابوالقاسم حسین بن محمد بن مفضل بن محمد ہے۔ آپ کی ولادت اصفہان میں ہوئی اس نسبت سے آپ مشہور ہوئے۔ بغداد اور اصفہان میں زندگی کا کثیر حصہ گزارا۔

ایک بہت بڑے مفسر، ادیب، حکیم اور نحو وصرف کے ماہر تھے۔(الزركلي، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي (م1976ء)- الاعلام - بیروت: المكتبة الشاملة، دار العلم للملايين 2002ء،ج:6،ص:204)

4۔ الاصفهاني، ابو القاسم حسين بن محمد، المفردات القرآن فی غریب القرآن - بیروت: دار المعرفہ لبنان 2011ء، ص:169-170۔ اسی سے ملتے جلتے معانی ابن منظور افریقی (1233ء-1312ء) نے بھی بیان کیے ہیں: الافریقی، ابن منظور جمال الدین محمد بن مکرم المصری لسان العرب- بیروت: دار صادر 2009ء، ج:14، ص:257-262-

5۔ مولانا وحید الزماں 1850ء میں کانپور میں پیدا ہوئے۔ مولانا برصغیر پاک وہند کی ایک معروف شخصیت ہیں۔ آپ نے کئی کتب تحریر کیں اور کتب احادیث کے تراجم بھی کیسے ہیں۔ (امینی، نور عالم خلیل۔ پس مرگ زندہ یوپی، انڈیا: ادارہ علم وادب دیوبند 2018ء، ص:294-298)

6۔ کیرانوی، وحید الزماں۔ القاموس الاصطلاحی - کراچی دارالاشات اردو بازار 2001ء، ص:251

7۔البقرۃ23:2، مزید دیکھیں: الانعام40:6، الکھف52:18، الغافر41:40، البقرۃ69:2، الاعراف55:7، الحدید57:8

8۔ حم سجدۃ33:41

9 سواتی، عبد الحمید۔ معالم العرفان فی دروس القرآن۔ گوجرانوالہ: مکتبہ دروس القرآن فاروق گنج 2013ء، ج:16، ص:421۔ * تعارف تفسیر معالم العرفان فی دروس القرآن: یہ تفسیر مولانا کے دروس کا مجموعہ ہے جو وہ عوام الناس کے سامنے دیا کرتے تھے۔

10۔ اصلاحی، امین احسن تدبر قرآن۔ لاہور: فاران فاؤنڈیشن 2009ء، ج:7، ص:101۔

11۔ صدیقی، محمد اسلم روح القرآن۔ لاہور: ادارہ ھدی للناس 2011ء، ج:10، ص:291۔

12 نعیم الحق نعیم۔ دعوت واصلاح کے چند اہم اصول۔ لاہور: رضیہ شریف ٹرسٹ 446۔ شادمان کالونی، س۔ن، ص:29

13 اصلاحی تدبر قرآن، ج7، ص:101

14 الاستاذ العلامۃ الشیخ علی محفوظ المصری الشافعی الازھری کا تعلق مصر سے تھا۔ ان کا شمار کبار علما میں ہوتا ہے۔ انہوں نے اصول دین اور اصول دعوت پر بہت کام کیا۔ ان کی کتاب ھدایۃ المرشدین الی طرق الوعظ والخطابۃ" اسی کاوش کا نتیجہ ہے۔(الزرکلی،، الاعلام، ج:4، ص:323)

15۔ ابن تیمیۃ، احمد بن عبد الحلیم مجموع الفتاوی بیروت مکتبۃ دار الوفاء، الطبعۃ الثالثۃ 2005ء، ج:15، ص:157

16۔ حمد وکیل سید اسس الدعوۃ و آداب الدعا بیروت: دار الوفاء للطباعۃ والنشر والتوزیع 1986ء،

17۔ البقرۃ38:2

18 المائدۃ67:5

19 بخاری، ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل - الجامع الصحیح - الریاض: دار السلام 1998ء، کتاب التفسیر، باب قول اللہ {یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ، ص:789، رقم الحدیث: 4612-

20 دریابادی، عبد الماجد- تفسیر ماجدی کراچی: مجلس نشریات قرآن، 1۔کے۔3 ناظم آباد 1998، ج:1، ص:112۔

* تعارف تفسیر ماجدی: تفسیر ماجدی مولانا کی دعوت دین کے لیے بڑی اہم کاوش ہے اس تفسیر میں تعلیم یافتہ اور خاص کر مذہب سے بیزار لوگوں کے لیے دعوتی مواد بہت زیادہ موجود ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مولانا الحادیت سے پلٹ کر آئے ہیں۔ اس لیے جو شکوک وشبہات ان کے ذہن میں تھے انہوں اس تفسیر میں بڑے احسن انداز میں ان کا ازالہ کیا ہے۔ تقابل ادیان اور سابقہ قوموں کی تاریخ پر جو ان کو دسترس تھی وہ معاصر مفسرین میں نہیں جیسا ڈاکٹر تحسین فراقی ان کی اس خوبی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "معاصر مفسرین اس مطالعے اور گہرائی میں عبد الماجد کے ہم پلہ نہیں ہیں"۔ فراقی، ڈاکٹر تحسین۔ عبد الماجد دریابادی احوال و آثار۔ لاہور: ادارہ ثقافت اسلامیہ 2006ء، ص:45۔ علمی حلقوں میں اس تفسیر کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

21 البقرۃ213:2

22 الفاطر24:35

23 ابو الکلام آزاد ام الکتاب، ص:252

24محمد اسلم صدیقی،روح القرآن،ج:1،ص:240

25۔ نوح 5:71

26بخاری،الجامع الصحیح،کتاب التفسیر،باب:وانذر عشیرتک الاقربین،ص:836،رقم الحدیث:54770الشعراء214:26

27۔القمر17:54

28۔ق45:50

29۔التین4:95

30۔الذاریت 56:51

31۔الفاتحہ 1:1

32۔ایضا:5

33۔البقرۃ2:2

34۔ایضاً:185

35۔ ایضاً:2

36۔ایضاً:7

37۔ ص 29:38

38۔النحل44:16

39آل عمران 19:3

40مودودی،ابوالاعلی۔ تفہیم القرآن۔لاہور:ادارہ ترجمان القرآن 2011ء،ج:1،ص:239-240۔

41یوسف108:12

42۔ صدیقی، محمد یسین مظہر۔ قرآن کی اہمیت اور تقاضے، مقالات سیمینار۔ موضوع: رجوع الی القرآن۔ مرتب: اشہد رفیق ندوی۔ جہات و معانی۔ انڈیا: ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، علی گڑھ 2013ء،ج:1،ص:84

43۔یہی بات محمد اسلم صدیقی نے بھی لکھی ہے تفصیل کے لیے دیکھیں،روح القرآن،ج:6،ص:90

44۔اصلاحی، تدبر قرآن،ج4،ص:258-259

45۔ بھٹوی،عبدالسلام بن محمد۔ تفسیر القرآن الکریم۔لاہور: دار الاندلس،لیک روڈ چوبرجی 2010ء،ج:3،ص:415

46۔عبدالسلام بن محمد، تفسیر القرآن الکریم،ج:3،ص:415

47اصلاحی،ابوسفیان۔موضوع: قرآن کریم۔کتاب ہدایت۔ مرتب: اشہد رفیق ندوی۔ رجوع الی القرآن۔ اہمیت اور تقاضے۔ انڈیا، ادارہ علوم القرآن، شبلی باغ، علی گڑھ 2013ء، ج:1،ص:61

48۔ محمد اسلم صدیقی، تفسیر روح القرآن،ج:1،ص:122

49۔وحیدالدین خاں، تذکیر القرآن، نئی دہلی، انڈیا:مکتبۃ الرسالہ، طبع ثانی 2016ء،ص:7

50۔التوبۃ33:9

51۔ مودودی، تفہیم القرآن،ج:2،ص:190

52مودودی، تفہیم القرآن،ج:2،ص:190

53۔المائدۃ3:5

54۔ وحید الدین خاں، تذکیر القرآن، ص:250

55۔ الازھری، جسٹس محمد کرم شاہ ضیاء القرآن۔ لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز 1995ء، ج:1، ص:440

56۔ اتھانوی، محمد اشرف علی۔ تفسیر بیان القرآن۔ لاہور: مکتبہ رحمانیہ۔ الطبعۃ الاولی 1953ء، ج:1، ص:448۔

57۔ عبد الحمید سواتی، معالم العرفان فی دروس القرآن، ج:4، ص:77

58۔ آل عمران 19:3

59۔ آزاد، ابو الکلام احمد، ترجمان القرآن، لاہور: اسلامی اکیڈمی 2013ء، ج:1، ص:357

60۔ محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، ج:1، ص:215، یہی بات ڈاکٹر اسرار احمد نے بھی لکھی ہے، تفسیر بیان القرآن، ج:2، ص:20۔ شیخ الہند محمود حسن (1851ء۔1920ء)

61۔ الاعراف 296:7

62۔ ابن سعد، ابوعبد اللہ محمد بن سعد بن منیع - الطبقات الکبری - بیروت: دار صادر 1968ء، ج:1، ص:216۔ ابن سعد (784ء۔845ء) ابن سعد کا پورا نام ابو عبد اللہ محمد ابن سعد ابن منیع البصری الزہری۔ مشہور مورخ الواقدی کے شاگرد اور کاتب تھے۔ آپ بصرہ میں پیدا ہوئے لیکن ابتدائی تعلیم کے بعد بغداد آ گئے اور سکونت بغداد میں اختیار کی۔ اپنی تالیف طبقات ابن سعد المعروف الطبقات الکبیر (جو طبقات الرجال پر مستند کتاب ہے) کی وجہ سے مشہور ہوئے۔ (الزرکلی، الاعلام، ج:6، ص:136)

63۔ الروم 21:30

64۔ مودودی تفہیم القرآن، ج3، ص:745

[65]۔ صلاح الدین یوسف، احسن البیان، ص:1128

66۔ التغابن 9:64

67۔ 2شبیر احمد عثمانی، تفسیر عثمانی، ج:2، ص:1182

68۔ مودودی، تفہیم القرآن، ج:5، ص:540